ڈاکٹر ذوالفقار ملک ایم-اے پی-ایچ-ڈی

عربی میں

مرثیہ اور تعزیہ نگاری کی مختصر تاریخ

اس مختصر سی تمہید کے بعد المبرد کتاب کے اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کتاب کے باب اول کا عنوان "باب من التعازی" ہے۔ اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جسے اپنے اعزہ و اقارب سے محروم نہ ہونا پڑا ہو۔ ہر شخص مصائب و آلام کے موقعہ پر ایسے الفاظ ضرور کہتا ہے جن کے ذریعے وہ اپنے آپ کو یا دوسرے کو تسلی دینا چاہتا ہے۔ بعد ازاں المبرد جاہلی عربوں کی مثال دیتے ہیں جو ہر طرح کی مصیبتوں اور تکالیف کو مردانہ وار برداشت کرتے تھے اور حرف شکایت زبان پر نہ لاتے تھے اور جو آلام و مصائب کے وقت پریشانی کا اظہار کرنے والوں کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اس باب میں جن لوگوں کے اقوال و اشعار منقول ہیں ان میں سے اہم ترین مندرجہ ذیل ہیں۔

"درید بن الصمہ۔ ابوخراش الہذلی، ابوذئیب، اوس بن حجر۔ عمر بن معدیکرب۔ علی ابن ابی طالب، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم"

دوسرے باب میں جاہلی اور مخضرم شعراء کے مشہور مراثی کے انتخاب درج ہیں۔ المبرد ان مراثی کے پس منظر کا تذکرہ کرتا ہے اور ان سے متعلق دلچسپ حکایات و واقعات کا ذکر بھی کرتا ہے۔ اپنے اسلوب کے مطابق المبرد ان مراثی میں مذکورہ تمام مشکل الفاظ کی تشریح اور توضیح بھی کرتا ہے اور ان سے متعلق نحوی مسائل کا حل بھی کرتا ہے۔ اس باب میں جن شعراء کے مراثی درج ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

متمم بن نویرہ۔ کعب بن سعد الغنوی۔ اعشیٰ باہلہ۔ اوس بن حجر۔ لبید۔

تیسرے باب کا عنوان باب من التعازی والمواعظ ہے اور اس میں خلفاء، امراء، صحابہ، صوفیا شعراء کے اور بدوؤں کے تعازی درج ہیں۔ ان تعازی کے دوران صدر اسلام سے متعلق دلچسپ لطائف اور اہم ترین معلومات درج ہیں۔

چوتھے باب میں لیلیٰ الاخیلیہ۔ الخنساء الفرزدق، ابو نواس، حارثہ بن بدر الغدانی۔ جریر۔ بکیر بن معدان الیربوعی۔ وضاح الیمنی کے مراثی کا انتخاب ہے۔ ان مراثی کا پس منظر اور تشریح بھی اس باب میں موجود ہے۔

پانچویں باب میں عظیم اسلامی شخصیتوں کی وصیتوں کا ذکر ہے۔ اس ضمن میں ابوبکر الصدیقؓ۔ عمر بن الخطابؓ علی بن ابی طالبؓ۔ معاویہ بن ابی سفیانؓ۔ ابو عبیدہ بن الجراحؓ۔ عبدالملک بن مروانؓ۔ ابو قیس بن حرمہ الانصاریؓ۔ سعید بن العاصؓ۔ ہشام بن عبدالملکؒ۔ الربیع بن الخثیمؒ۔ جریر بن عبداللہ البجلیؓ۔ المہلب بن ابی صفرہ الازدیؒ کے وصایا مندرج ہیں۔

وصایا کو درج کرنے کے بعد مصنف تیسرے باب کی طرح تعازی بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔ بدوؤں اور صوفیوں کے صبر کا تذکرہ کرتا ہے۔ اس باب میں ایک خط مذکور ہے جو روایت کے مطابق رسول اکرم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو ان کے فرزند کی وفات پر تسلی دینے کے لیے تحریر کیا تھا۔

چھٹے باب میں محدث شعراء کے کہے ہوئے مراثی کا تذکرہ ہے۔ المبرد نے ان مراثی کا تذکرہ اس لیے کیا ہے کہ ان کے قول کے مطابق قدیم شعراء کے اشعار میں درشتی پائی جاتی ہے جب کہ محدث شعراء کے اشعار بڑے دلچسپ اور حسین وجمیل ہیں۔ مصنف کی خواہش ہے کہ خشک اور درشت اشعار پڑھنے کے بعد قارئین کی دلچسپی کا سامان مہیا کر دیا جائے۔ اس باب میں مسلم بن الولید۔ ابراہیم بن المہدی۔ اسماعیل بن القاسم۔ ابوالعتاہیہ۔ عبداللہ بن عمر العبلی۔ محمد بن عبدالملک الزیات۔ عبدالصمد بن المعذل۔ مروان بن ابی الجنوب۔ الحسن بن وہب۔ ابو عبدالرحمٰن۔ دعبل الخزاعی اور اشجع بن عمر السلمی کے تحریر کردہ مرثیے مذکور ہیں۔

مذکورہ بالا شعراء کے اشعار بیان کرنے کے بعد المبرد یہ محسوس کرتا ہے کہ شاید اس نے قارئین کو اکتاہٹ میں مبتلا نہ کر دیا ہو۔ لہٰذا وہ اپنے قاری کی دلچسپی کی خاطر مذکورہ بالا جملہ موضوعات کو ساتویں باب میں ملا کر بیان کرتا ہے۔ چنانچہ اس باب میں واقعات و حکایات تعازی و مراثی سب کا ذکر ہے۔ اس باب میں الحجاج کے بارے میں ایک دلچسپ قصہ ہے جس نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ اس کی دونوں آنکھوں کی بصارت جاتی رہی ہے۔ جب اس نے اپنی دو بیویوں ہند بنت اسماء اور ہند بنت المہلب کو طلاق دے دی تو اس نے سمجھا کہ یہ اس کے خواب کی تعبیر تھی۔ بعد ازاں اس کا بھائی اور فرزند جو دونوں محمد کے

نام سے موسوم تھے فوت ہو گئے تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے خواب میں ان دو شخصیتوں کی موت کی خبر دی گئی تھی
الفرزدق کا وہ مرثیہ بھی مذکور ہے جو اس نے حجاج کو تسلی دینے کے لیے اس موقع پر کہا تھا۔ ولید بن عبدالملک کا
وہ خط بھی مذکور ہے جو اس نے اس موقع پر حجاج کو لکھا تھا۔ اس باب میں طاعون کی ان وباؤں کا بھی تذکرہ ہے
جو عراق میں مختلف اوقات میں پھوٹتی رہی ہیں۔ المبرد پانچ وباؤں کا تذکرہ کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اس
تباہی و بربادی کو بیان کرتا ہے جو ان کے سبب ظہور پذیر ہوئی۔

آٹھویں باب میں ان لوگوں کے بارے میں حکایات درج ہیں جنہوں نے بستر مرگ پر عدیم النظیر پامردی
اور شجاعت کا اظہار کیا۔ طریف بن نافع الباہلی کے متعلق ایک دلچسپ واقعہ مندرج ہے جو علم الانساب
کا ماہر تھا۔ جب وہ قریب المرگ تھا تو اس نے اپنے اعزہ سے درخواست کی کہ اس کے منہ میں کچھ پانی
ڈال دیا جائے جس سے اس کی حالت ذرہ بہتر ہو گئی۔ بعد ازاں اپنے اعزہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:۔

"فلاں فلاں اشخاص اپنے والد کی حقیقی اولاد نہیں"

اس کے اعزہ نے بستر مرگ پر طریف کی اس حرکت میں حیرانی کا اظہار کیا۔ اس نے جواب دیا کہ:۔

"وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ لوگوں کو انساب کے بارے میں شکوک میں مبتلا چھوڑ کر مر جائے"۔

ایک اور دلچسپ واقعہ بجرہ بن خراشی القشیری سے متعلق ہے۔ یہ صاحب بستر مرگ پر دراز تھے۔
ان کے اقارب نے انہیں کلمہ دہرانے کے لیے کہا۔ لیکن انہوں نے کلمہ کی بجائے یہ فرمایا:۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ ابو الذاہر یہ اور ابو حرب سخیل کی جنگ بہترین شاہسوار تھے"۔

یہ الفاظ کہنے کے فوراً بعد اس کی وفات ہوئی۔

آخری باب میں جو کتاب کا مختصر ترین باب ہے مصنف نے مختلف شخصیتوں کے ارشادات جو انہوں نے
بیماری کے ایام میں فرمائے تھے، کا ذکر کرتا ہے۔ اس باب میں مدینہ میں ہجرت کے فوراً بعد ابوبکر، بلال اور عامر
بن فہیرہ کے بیمار پڑنے کا مشہور واقعہ مذکور ہے۔ رسول اکرمؐ نے حضرت عائشہؓ کو ان حضرات کی مزاج پرسی
کے لیے بھیجا۔ ان حضرات نے علی الترتیب حضرت عائشہؓ کے جواب میں ایک ایک شعر کہا۔ یہ اشعار اس
باب میں موجود ہیں۔

المبرد نے اسی باب میں الفرزدق اور کثیر کے ان اشعار کا تذکرہ بھی کیا ہے جو انہوں نے بشر بن مروان
کی علالت کے موقعہ پر کہے۔ المبرد کی رائے میں وہ اشعار جو کثیر کے ساتھ منسوب ہیں وہ دراصل جریر کے ہیں جو

ولید بن عبدالملک کے بارے میں کہے گئے تھے۔

کتاب کے آخر میں مصنف لکھتا ہے کہ :

"اس نے مراثی، مواعظ اور کہانیوں کے ایک کثیر تعداد جمع کر دی ہے۔ نئے مراثی ہر دور میں ترتیب دیئے جائیں گے کیونکہ جب تک انسان صفحہ ہستی پر موجود ہے وہ مصائب و آلام سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ لہذا مراثی کے اسباب بھی باقی رہیں گے"

اسی کتاب کے آخر میں عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن جعفر الہاشمی کے چند اشعار درج ہیں جو اس نے اپنے والد کی وفات کے موقع پر کہے تھے۔ جوایتاخ کی قید میں جو المعتصم کا جرنیل تھا۔ فوت ہوا۔

المبرد کے مصادر

اپنی اس کتاب کی تالیف کے وقت المبرد نے زیادہ تر زبانی روایات پر اعتماد کیا۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کچھ تحریری مصادر سے بھی فائدہ اٹھایا۔ المبرد نے اس کتاب میں کئی روایات ابوالحسن المدائنی سے نقل کی ہیں جن کی کتاب التعازی کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے۔ المبرد کی کتاب میں تعازی کا باب بہت حد تک المدائنی کی کتاب سے مستخرج ہے۔ دوسرے ابواب میں بھی المبرد نے المدائنی کی کتاب سے فائدہ اٹھایا ہے۔

المبرد کی کتاب میں وصایا کا باب ابو حاتم السجستانی کی کتاب الوصایا والمعمرین پر مبنی ہے۔ اگرچہ المبرد نے اس باب میں نہ تو السجستانی کا تذکرہ کیا ہے اور نہ ہی کتاب الوصایا کا۔ تاہم وصایا کی جو عبارات المبرد نے نقل کی ہیں وہ جوں کی توں ابو حاتم کی کتاب میں موجود ہیں۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ المبرد حوالہ دیئے بغیر کتاب الوصایا والمعمرین سے نقل کر رہے ہیں۔

کتاب التعازی والمراثی کا بیشتر مواد المبرد کی کتاب الکامل میں بھی موجود ہے جو اس کتاب سے قبل لکھی جا چکی تھی۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ المبرد نے کتاب التعازی والمراثی کی تالیف کے وقت اپنی دیگر کتابوں سے بھی استفادہ کیا

کتاب التعازی والمراثی کی اہمیت

کتاب التعازی والمراثی کے بارے میں جو کچھ اوپر تحریر کیا جا چکا ہے۔ یہ کتاب جیسا کہ اس کے موضوعات کے سرسری جائزے سے ثابت ہوتا ہے۔ تاریخی، ادبی، اور ثقافتی روایات کا اہم خزینہ ہے۔ اگرچہ اس کتاب میں

مذکورہ بہت سی روایات، حکایات اور اشعار دوسرے شائع شدہ مصادر میں موجود ہیں تاہم ایک معتدبہ حصہ ایسا بھی ہے جو ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا۔ اس کتاب میں موجود غیر مطبوعہ مواد کے سلسلے میں مروان بن ابی الجنوب اور عبدالصمد بن المعذل کے اشعار کا تذکرہ ضروری ہے جو اغانی سمیت کسی مطبوعہ کتاب میں موجود نہیں۔

یہ کتاب اس بنا پر بھی اہم ہے کہ اس میں ابوالعباس المبرد ایسے ادیب کے منتخبات موجود ہیں جن کی بنا پر ہم اس کی شخصیت اور انتخاب کرنے کے اصولوں کے بارے میں اہم معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

کتاب التعازی والمراثی کا اثر

المبرد کے بعد متعدد ادباء نے مختلف ادوار میں اپنی تسلی کے لیے یا دوستوں کی تسلی کی خاطر تعازی اور مراثی کے موضوع پر کتابیں تالیف کیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ المبرد کی کتاب نے ان جملہ مصنفین پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ اس موضوع پر اہم ترین کتابیں درج ذیل ہیں:

۱۔ آداب التعازی مولفہ ابو عبدالرحمٰن محمد بن حصین بن محمد السلمی المتوفی ۴۱۲ھ / ۱۰۲۱ء

۲۔ سلوۃ الاحزان تالیف ابوبکر المبارک بن کامل الخفاف المتوفی ۵۴۳ھ / ۱۱۴۸ء

۳۔ الثبات عند الممات تالیف ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ / ۱۲۰۱ء

۴۔ سلوۃ المحزون از حسام الدین علی بن احمد الرازی م ۵۹۸ھ / ۱۲۰۲ء

۵۔ التسلی والاغتباط بثواب من تقدم من الافراط تالیف شرف الدین عبدالمؤمن الدمیاطی م ۷۰۵ھ / ۱۳۰۶ء

۶۔ التعزیۃ الحسنی بالاعزۃ تالیف شمس الدین الذہبی

۷۔ تسلیۃ الحزین فی موت البنین از شہاب الدین احمد بن یحییٰ بن حجلۃ التلمسانی المتوفی ۷۷۶ھ / ۱۳۷۴ء

۸۔ برد الاکباد عند فقد الاولاد از محمد بن ناصر الدین الدمشقی المتوفی ۸۴۲ھ / ۱۴۳۸ء

۹۔ ارتیاح الاکباد بارباح فقد الاولاد از شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی م ۹۰۲ھ / ۱۴۹۷ء

۱۰۔ الاحتفال بالاطفال از جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء

۱۱۔ سلوۃ الفواد فی موت الاولاد از جلال الدین سیوطی

۱۲۔ الجلد عند فقد الولد از " " "

مذکورہ بالا کتابوں میں سے التلمسانی، الدمشقی، السخاوی اور السیوطی کی کتابوں کے علاوہ دیگر تمام کتب

دستبرد زمانہ کے ہاتھوں برباد ہو چکی ہیں۔ جو کتابیں موجود ہیں ان میں سے کوئی بھی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی۔ خوش قسمتی میں جملہ موجودہ کتابوں کی مائیکروفلم حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور میں نے ان کا المبرد کی کتاب کے ساتھ کیا اور ان نتائج پر پہنچا۔

- المبرد کی کتاب اس موضوع پر سب کتابوں کی اصل اور منبع ہے۔ جملہ مصنفین نے اس کتاب کے مندرجات اور مواد کا خوب استعمال کیا ہے۔ بعض مواقع پر انہوں نے المبرد کا حوالہ دیا ہے اور بعض مواقع پر حوالے کے بغیر استفادہ کیا ہے۔
- السخاوی کی الارتیاح کو چھوڑ کر باقی تمام مؤلفات مختصر رسائل ہیں۔ السخاوی کی کتاب میں بھی عرب شعراء کے مراثی سے انتخابات موجود نہیں۔ ان کی زیادہ تر توجہ احادیث نبوی اور صالحین امت کے اقوال بیان کرنے کی طرف ہے۔ لہذا خالص ادبی نقطۂ نظر سے المبرد کی کتاب السخاوی کی کتاب سے کہیں بلند ہے۔
- یہ حقیقت ہے کہ المبرد کی کتاب اس موضوع پر ضخیم ترین ہونے کے ساتھ ساتھ جملہ متاخرین کا منبع ہے اس کی اہمیت کو مزید واضح کر دیتی ہے۔

مخطوطات

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کتاب کا صرف ایک مخطوطہ دنیا میں موجود ہے جو اسکوریال (سپین) کے مجموعہ نمبر ۵۴۷ میں ہے جس میں محمد بن عبداللہ المسبحی کی کتاب اخبار مصر بھی محفوظ ہے۔ کتاب کا نام سرورق پر کتاب التعازی مرقوم ہے لیکن کاتب نے آخر کتاب میں پورا نام درج کیا ہے اور کتاب التعازی والمراثی تحریر کیا ہے۔ مخطوطے کے اوراق کو یورپین رسم الخط میں نمبر لگائے گئے ہیں اور یہ کل مخطوط ۱۳۱ اوراق پر مشتمل ہے ہر صفحے میں ۱۷ سطر اور ہر سطر میں ۱۰ ۔ ۱۲ الفاظ ہیں۔ سرورق پر کچھ اشعار مرقوم ہیں جو ابوبکر نامی کسی قاری نے موزوں کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان اشعار میں سے بیشتر کسی مروجہ بحر پر پورے نہیں اترتے۔ اس صفحہ پر محمد بن محمد القوصوی اور احمد بن حسن کے اسماء مذکور ہیں جو مختلف اوقات میں اس کتاب کے مالک رہے ہیں۔

یہ مخطوطہ بے احتیاطی کے ساتھ خط نسخ میں لکھا ہوا ہے۔ الفاظ مختلف جگہوں سے مٹ چکے ہیں۔ دیمک نے بھی اسے بری طرح نقصان پہنچایا ہے۔ دیمک خوردہ اور پھٹے ہوئے اوراق کو سلیوں کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے جس کے باعث بہت سی سطریں پڑھی نہیں جا سکتیں۔ متن میں اشعار کو نثر سے

علیحدہ نہیں کیا گیا۔ اعراب اور نقطوں کا خیال بھی نہیں رکھا گیا جس کے باعث اس سے استفادہ مزید مشکل ہو گیا ہے۔

کتاب میں وارد ہونے والے بعض مشکل الفاظ پر کاتب نے کچھ شرح درج کی ہیں جو غالباً اس نے اپنی اصل سے نقل کی ہیں۔ بعض الفاظ کے اوپر یا نیچے اس نے روایت سے اختلاف کا تذکرہ کیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے ورق ۱۷ب اور ۱۸و کے مواد کو غلطی سے باہم ملا دیا ہے۔ ورق ۱۷ب پر بعض اشعار یا تشریحات ایسی ہیں جنہیں ورق ۱۸و کے بعض مباحث کے بعد ہونا چاہیے۔ بعینہٖ ورق ۱۸و پر کچھ مواد ایسا ہے جسے ۱۷ب کے مواد سے قبل ہونا چاہیے۔

مخطوط میں کاتب کا نام مذکور نہیں لیکن آخر میں یہ مرقوم ہے کہ:۔

"یہ نسخہ جمادی الثانی وسط میں ۵۶۳ھ / ۱۱۶۸ء میں مکمل کیا گیا تھا۔"

اس نسخہ میں کتابت کی بہت سی غلطیاں ہیں مثلاً "جنیٰ" کی جگہ "جنا"۔ "الفتیٰ" کی جگہ "الفتا"۔ "الھویٰ" کی جگہ "الھوا" اور "الثریٰ" کی جگہ "الثرا" مرقوم ہے۔ اس میں کتابت کی بعض خصوصیات ایسی ہیں جو آج کل مستعمل نہیں۔ مثلاً اس میں آخذہم کی جگہ اخذہم، ثلاث کی جگہ ثلث، خالد کی جگہ خلد، الحیوۃ کی جگہ الحیاۃ، یسئل کی جگہ یسائل اور عثمٰن کی جگہ عثمان مرقوم ہے۔

کاتب قال میں "ا" اور "ل" کو ملا کر قال لکھتا ہے اور بن کو متقدم لفظ کے ساتھ ملا دیتا ہے اور مہلہل بن ربیعہ کو مہلہل بن ربیعہ تحریر کرتا ہے۔

میں نے اپنی تحقیق کے دوران ـــ اس کتاب کے ایک اور نسخے کا بھی کھوج لگایا ہے جو رباط مراکو کی پبلک لائبریری الخزانۃ العامہ میں نمبر ۲۲۰ کے تحت محفوظ ہے۔ یہاں آنے سے پیشتر یہ نسخہ مکتبہ زاویہ الناصریہ تمگروت میں نمبر ۷۷۸ کے تحت محفوظ تھا۔ نسخے کے آخر میں جو توقیع ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب الکرک میں ذوالحجہ ۷۵۷ھ / ۱۳۵۶ء کی ابتداء میں نقل کی گئی تھی۔ اس مخطوطے کی مزید سرگزشت معلوم نہیں۔ سرورق پر ایک تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے سید محمد بن ناصر بن عمر نے حلب میں ۱۰۷۶ھ / ۱۶۶۶ء میں ایک قرش میں خریدا تھا اور وہی غالباً اسے مراکو لایا۔

اس مخطوطے کے اوراق پر بھی کسی یورپین نے نمبر لگائے ہیں۔ اس کے ۷۰ صفحات ہیں۔ ہر صفحہ میں ۱۷ لائنیں اور ہر لائن میں ۱۱-۱۳ تک الفاظ ہیں۔ یہ مخطوط خوبصورت نسخ میں مرقوم ہے اور اس میں کسی حد تک اعراب بھی موجود

ہیں ۔کچھ نقطے یا تو کاتب سے چھوٹ گئے ہیں یا مرورِ زمانہ سے مٹ گئے ہیں مخطوطے میں مشکل الفاظ پر تشریحات بھی مرقوم ہیں جو بعد کے کسی لکھنے والے کا کام معلوم ہوتا ہے۔

اس مخطوطے کی خطی خصوصیات یہ ہیں کہ:۔

- کاتب "س" کے نیچے تین نقطے دیتا ہے تاکہ اسے "ش" سے تمیز کیا جا سکے،
- ابی میں "ا" کو "بی" کے ساتھ ملا کر ابی لکھتا ہے۔
- اگر ہمزہ کسی لفظ کے وسط میں وارد ہوتا ہو تو اس کی جگہ دو نقطے دے دیتا ہے مثلاً سایر
- بن کو متقدم لفظ کے ساتھ ملا کر لکھتا ہے ۔مثلاً ابو قیس بن صرمۃ

یہ مخطوط اگرچہ اسکوریال کے مخطوطے کے بعد لکھا گیا تاہم یہ عموماً زیادہ صحیح ہے ۔مزید برآں اس میں کوئی بیاض نہیں ۔لہٰذا اس سے استفادہ کرنا زیادہ آسان ہے۔

دونوں مخطوطوں کا باہم تعلق

بادی النظر میں دونوں مخطوطوں میں کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ یہ مخطوطے مختلف امور میں ایک دوسرے سے مغائر ہیں۔ ہر مخطوطے کی تمہیدی سطور دوسرے سے مختلف ہیں۔ دونوں میں کچھ اشعار اور واقعات ایسے ہیں جو دوسرے میں نہیں ۔مزید برآں اسکوریال کے نسخے میں ۲۰ اوراق ایسے ہیں جو رباط کے نسخے میں نہیں پائے جاتے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دو نسخے مختلف ادیبوں نے مختلف اوقات میں اصل سے نقل کیے ہوں گے ۔موجودہ حالات میں ان دونوں حضرات کے اسماء معلوم کرنا ناممکن ہے۔